کیا غلہ ماپنے کے پیمانے کو ہیرے، جواہرات سے کوئی مرصع کرتا ہے؟

اگر آپ سے میں یہ کہوں کہ دنیا میں اتنے امیر حکمران بھی رہے ہیں کہ ان کے غلے کے گودام میں سے منوں، ٹنوں گندم کو ماپ کر لوگوں کو بیچنے کیلئے سونے چاندی کے ایسے پیمانے استعمال کئے جاتے تھے جو ہیرے جواہرات سے مرصع ہوتے تھے تو کیا آپ تسلیم کر لیں گے؟ اس سے قبل کہ آپ اس حکمران یا میرے متعلق کچھ کہہ دیں یہ عرض کردوں کہ سوال اس اَلسِّقَايَةَ (پانی، مشروب سے بھری کوئی شئے) کے حوالے سے تھا جو یوسف علیہ السلام نے اپنے ماں جائے بھائی کے سامان میں رکھی تھی۔ یوسف علیہ السلام کے بھائی جب دوسری مرتبہ ان کے چھوٹے سگے بھائی کو ساتھ لے کر مصر غلہ لینے آئے تھے تو یہ ہوا تھا

فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ ٱلسِّقَايَةَ فِى رَحْلِ أَخِيهِ (حوالہ سورۃ یوسف۔۷۰)

''پھر جب انہوں نے ان کا سامان تیار کر دیا تو انہوں (یوسف علیہ السلام) نے اَلسِّقَايَةَ (چھاگل) بھائی کے سامان میں رکھ دی''

اس کا ترجمہ اور تفسیر کرنے کا رواج کچھ یوں ہے:

[ترجمہ مولانا محمد جونا گڑھی۔ تفسیر مولانا صلاح الدین یوسف۔ قرآنِ کریم شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس۔ سعودی عرب]

[''پھر جب انہیں ان کا سامان اسباب ٹھیک ٹھاک کر کے دیا تو اپنے بھائی کے اسباب میں پانی پینے کا پیالہ رکھ دیا''۔ تفسیر: مفسرین نے بیان کیا ہے کہ یہ سقایہ (پانی پینے کا برتن) سونے یا چاندی کا تھا، پانی پینے کے علاوہ غلہ ناپنے کا کام بھی اس سے لیا جاتا تھا]

[ترجمہ مولانا احمد رضا خان بریلوی۔ تفسیر مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی۔ کنز الایمان فی ترجمة القرآن]

[''پھر جب ان کا سامان مہیا کر دیا پیالہ اپنے بھائی کے کجاوے میں رکھ دیا''۔ تفسیر: جو بادشاہ کے پانی پینے کا سونے کا جواہرات سے مرصع کیا ہوا تھا، اور اس وقت اس سے غلہ ناپنے کا کام لیا جاتا تھا]

Yusuf Ali: At length when he had furnished them forth with provisions (suitable) for them he put the drinking cup into his brother's saddlebag..Tafsir: He contrived that a valuable drinking cup should be concealed in Benjamin's saddle-bag.

[Reference Computer CD "Alim" ISI Software Corp. U.S.A]

یہ ترجمہ اور تفسیر تحقیق و کاوش کا نتیجہ نہیں۔ قدیم مفسرین کے خیال کو محض دہرایا گیا ہے۔ تفسیر القرطبی **من فضة مرصع بالجوهر..**

تفسیر الجلالین: **هي صاع من الذهب مرصع بالجوهر..** تفسیر ابن کثیر: **كان يشرب فيه ويكيل للناس به.**

[جناب غلام احمد پرویز، مفہوم القرآن، طلوع اسلام ٹرسٹ، لاہور] ''جب یوسفؑ نے ان کا (واپسی کا) سامان تیار کرا دیا تو (ان بھائیوں میں سے ایک نے) شاہی کٹورا ابن یامین کی بوری میں رکھ دیا (کہ اگر پتہ نہ چلا تو کٹورا گھر پہنچ جائے گا اور پتہ چل گیا تو بن یامین بدنام ہوگا)

کیا ہمارا فہم اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ یہ تسلیم کر لیں کہ مصر جیسی تہذیب کے بادشاہ، حکمران (یوسف علیہ السلام کے زمانے میں مصر کا بادشاہ فرعون نہیں کہلاتا تھا) کے سونے یا چاندی سے بنے اور ہیرے جواہرات سے مرصع پانی پینے کے پیالے کو اس کی حکومت کے اہل کار گندم ناپنے کیلئے استعمال کرنے کی جرأت کر سکتے تھے؟ اور کیا عقل کو ہم اس بات پر مائل کر سکتے ہیں کہ تسلیم کر لے کہ بادشاہ کے پانی پینے کے پیالے سے اتنی گندم ماپ کر دی جا سکتی ہے جسے اونٹوں کے قافلوں نے اٹھا کر لے جانا ہو؟ ایک اونٹ پر چار سو کلوگرام تک وزن لادا جا سکتا ہے۔ اور اگر کوئی یہ کہہ دے کہ یہ ''پیالہ، کٹورا'' بالٹی جتنا بڑا تھا تو اس صورت میں یہ تسلیم کرنا مشکل ہو جائے گا کہ مصر کا بادشاہ اتنے بڑے برتن میں چوپایوں کی طرح پانی پیتا تھا۔ مفسرین کا ادب اپنی جگہ لیکن خیال پر مبنی اتنی بے وزن بات کو مان لینا ادب کے زمرے میں نہیں بلکہ اندھی تقلید، پرستش کی حدود میں آئے گا۔

مترجمین اور مفسرین نے جو کچھ کہا وہ ان کا تخیل ہے (اسے رائے بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ کچھ معلومات، data پر مبنی ہوتی ہے)

قرآنِ مجید نے اس ٱلسِّقَايَةَ کو نہ چاندی کی بنی کہا، نہ سونے کی اور نہ یہ کہا کہ وہ ہیرے جواہرات سے مرصع تھی۔ اور نہ ہی قرآنِ مجید نے یہ کہا کہ یہ ٱلسِّقَايَةَ بادشاہ کے پانی پینے کیلئے بھی استعمال ہوتی تھی اور غلے کو ماپ کر بیچنے کیلئے بطور پیمانہ بھی۔ فرمایا:

فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ ٱلسِّقَايَةَ فِى رَحْلِ أَخِيهِ

''پھر جب انہوں نے ان کا سامان تیار کر دیا تو انہوں (یوسف علیہ السلام) نے ٱلسِّقَايَةَ بھائی کے سامان میں رکھ دی''

انتہائی ادب سے عرض ہے کہ قدیم مفسرین کو مصر کی قدیم تہذیب کے متعلق معلومات حاصل نہ تھیں۔ اس بات کا ثبوت؟ یوسف علیہ السلام کے زمانے کے مصر میں دنیا کے دوسرے ممالک، علاقوں کی طرح حکمران کیلئے لفظ ''الملک'' ہی استعمال ہوا ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے مصر کے حکمران کو ''فرعون'' کہا گیا ہے۔ دو سو سال قبل تک قدیم مصر کی تاریخ پردوں میں چھپی تھی کیونکہ اس زمانے کی زبان ایک بھولی بسری یاد بن چکی تھی اور ان تحریروں کو جو ''تصویروں کی زبان'' (Hieroglyphic alphabet) میں لکھی تھیں پڑھنا اور سمجھنا ممکن نہ تھا۔ ان تحریروں کا راز اس وقت کھلا جب ۱۷۹۹ عیسوی میں پتھر کی سل پر ۱۹۶ قبل مسیح میں تین زبانوں میں کھدی ہوئی تحریر ملی جن میں سے ایک ''تصویری زبان'' اور دوسری یونانی زبان تھی جس نے ''تصویروں کی زبان'' کو پڑھنا اور سمجھنا ممکن بنا دیا۔ ان تاریخی شواہد نے ظاہر کیا کہ قدیم مصر میں شاہی محل کو ''فرعون'' (Pharaoh) کہا جاتا تھا۔ اور لفظ ''فرعون'' کو بادشاہ کے خطاب، ٹائٹل کے طور پر مصر کے حکمرانوں کی بیسویں پشت میں ۹۴۵-۱۰۷۰ قبل مسیح میں اختیار کیا گیا۔ سبحان اللہ! قرآنِ مجید میں ہر بات ''بالحق'' (صاف صاف، دوٹوک، بلا آمیزش) بیان کی گئی ہے۔ قرآنِ مجید نے بتایا ہے کہ آقائے نامدار رسول کریم ﷺ اپنی جانب سے لوگوں کو باتیں نہیں بتاتے تھے اور یوسف علیہ السلام کے قصے کے بارے میں تو ابتدا ہی میں یہ بھی کہہ دیا گیا

وَإِن كُنتَ مِن قَبْلِهِۦ لَمِنَ ٱلْغَٰفِلِينَ ۝

''پہلے آپ (ﷺ) بھی ان میں سے تھے جو اس قصے کے بارے میں نہیں جانتے تھے''۔

اور بعد کے زمانے میں لوگوں کو قدیم مصر کی تحریروں کو پڑھنے اور سمجھنے کا فن نہیں آتا تھا کہ قرآن مجید کے بیان سے ماوراء معلومات کا انہیں علم ہو جاتا۔

جَعَلَ ٱلسِّقَايَةَ فِى رَحْلِ أَخِيهِ۔ ترجمہ اور مفہوم کو سمجھنے کیلئے پہلی اہم بات یہ ہے کہ وہ ٱلسِّقَايَةَ بھائی کے سامان میں (جَعَلَ) کس نے رکھی تھی؟ یوسف علیہ السلام نے خود اپنے ہاتھوں رکھی یا ملازموں سے رکھوائی تھی؟ (بعد میں دیکھیں گے کہ ٱلسِّقَايَةَ کیا چیز تھی ہیرے جواہرات سے مرصع سونے کا پیالہ اور غلہ ماپنے کا بیش قیمت شاہی پیمانہ یا محض پانی یا مشروب سے بھری چھاگل)۔ آیت کی ابتدا فَلَمَّا سے ہوئی ہے۔ حرف ''ف'' ترتیب بیان کرنے کیلئے استعمال ہوتا ہے اور یہ جَهَّزَهُم میں جَهَّزَ (ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب) کا تعلق اس ایک فرد سے ظاہر کرے گا جو اس سے فوراً پہلے کسی عمل میں مصروف ہے یا مذکور ہے اور وہ ہیں یوسف علیہ السلام جو اپنے بھائی سے کلام کر رہے تھے۔ ''اس نے تیار کر دیا'' اور هُم ضمیر جمع مذکر غائب ہے ''ان کیلئے''۔ جَعَلَ بھی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ أَخِيهِ میں بھی ضمیر ''ہ'' واحد مذکر غائب کیلئے ہے۔ اس طرح واضح ہے کہ یوسف علیہ السلام نے ٱلسِّقَايَةَ اپنے بھائی کے سامان میں خود رکھی تھی۔ اس سے قبل بھی جب قافلہ آیا تھا تو یوسف علیہ السلام نے ان کا سامان تیار کرایا تھا وَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ قَالَ ''اور جب انہوں (یوسف علیہ السلام) نے ان کا سامان تیار کر دیا تو (یوسفؑ نے) کہا'' (حوالہ سورۃ یوسفؑ۔۵۹)۔ اور زیر مطالعہ آیت ۷۰ میں قَالَ کی بجائے جَعَلَ ہے جس سے واضح ہے کہ یہ کام بھی یوسف علیہ السلام ہی نے کیا تھا یعنی ٱلسِّقَايَةَ اپنے بھائی کے سامان میں خود رکھی تھی۔ یوسف علیہ السلام نے پچھلی مرتبہ ملازموں سے ایک کام کرایا تھا۔ اور جو کام کرایا اس کی وجہ بھی انہیں بتائی تھی (حوالہ یوسف۔۶۲)۔ زیر نظر آیت میں نہ تو ملازمین کا ذکر ہے اور نہ انہیں السقــایۃ رکھنے کی وجہ اور اپنے بھائی کے سامان کی نشاندہی کرانے کے بارے میں کوئی ذکر ہے۔ واضح طور پر کہا گیا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کے سامان میں ٱلسِّقَايَةَ رکھی۔

یوسف علیہ السلام نے بھائی کے سامان میں جو چیز رکھی تھی اسے ''ٱلسِّقَايَةَ'' کہا گیا ہے اور (یوسف علیہ السلام نہیں بلکہ) ملازمین نے کہا تھا قَالُوا۟ نَفْقِدُ صُوَاعَ ٱلْمَلِكِ ''انہوں نے کہا'' ہم نے صواع الملک گم کر دیا ہے''۔ عربی زبان اور

اہل عرب کو اپنے ذخیرہ الفاظ پر بجا طور پر فخر اور ناز ہے۔ اس فصیح البیانی کی بناء پر دوسروں کو عجمی یعنی گونگے کہا کرتے تھے۔ سچائی اور حقیقت بھی یہی ہے۔ ان کا یہ قول میرے سر آنکھوں پر۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم کہہ رہے ہیں کہ عربی زبان میں ''ٱلسِّقَايَةَ'' اور ''صُوَاعَ ٱلْمَلِكِ'' دونوں ایک ہی شئے ہیں۔ اگر یہ دونوں نام ایک ہی شئے کے ہوتے تو کیا عربی زبان کے قواعد کی رو سے ''صواع الملک'' پہلے استعمال نہ ہوتا اور ''السقایة'' بعد میں آتا؟ عربی میں ''ال'' کسی اسم کو معرفہ یعنی متعین کرنے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ صواع پہلے سے متعین ہے 'الملک' کے ساتھ 'ملک کا (بادشاہی یا سرکاری) پیمانہ'۔ قرآنِ مجید میں 'صُوَاعَ' صرف ایک بار اس آیت میں استعمال ہوا ہے جب کہ ٱلسِّقَايَةَ کے حوالے سے الفاظ شاید ۲۴ مقامات پر آئے ہیں۔ سورۃ التوبہ کی آیت ۱۹ میں لفظ سقاية استعمال ہوا ہے۔

اہم سوال یہ ہے کہ کیا کسی بھی برتن یا شئے کو ہم ٱلسِّقَايَةَ کہہ سکتے ہیں جب اس میں پانی، شربت، دودھ یا پینے والی کوئی مائع شئے موجود نہ ہو؟ اس کا جواب اگر ہاں میں تسلیم کرانے پر کوئی بضد ہو تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ مصر والوں کا صواع الملک تو کیا چلو سے لیکر خشک جھیل تک سب ٱلسِّقَايَةَ ہیں۔ پانی، شربت، شراب، دودھ وغیرہ کو رکھنے اور پینے کیلئے نہ جانے کیا کیا استعمال کیا جا سکتا ہے جیسے پیالہ، گلاس، کٹورا، صراحی، جام، گھڑا، مٹکا، بوتل، مشک، چھاگل وغیرہ وغیرہ۔ کیا ان تمام اشیاء کو جب خالی ہوں اور پینے کے استعمال میں نہ لائی جا رہی ہوں اپنے متعین اور مخصوص نام کی بجائے ٱلسِّقَايَةَ کہہ کر پکارا جا سکتا ہے؟ اور کیا کسی کے فہم کیلئے یہ بات قابل قبول ہے کہ پانی پینے والے پیالے یا کٹورے سے اونٹوں کے قافلوں کو گندم ناپ کر دی جا سکتی ہے جب اس زمانے کے مصر میں بھی دن چوبیس گھنٹے ہی کا ہوتا تھا؟ یا کیا کسی کا ظرف یہ تسلیم کرتا ہے کہ گندم ماپنے والے اچھے بھلے بڑے پیمانے میں مصر جیسی تہذیب کے لوگ پانی اور مشروب پیا کرتے تھے؟

لفظ 'ٱلسِّقَايَةَ' مونث ہے اور 'صُوَاعَ' اکثر آئمہ لغت کے نزدیک ''مذکر'' ہے اور جو اسے مذکر تسلیم نہیں کرتے وہ قرآنِ مجید کے مطابق غلطی پر ہیں کیونکہ یوسف علیہ السلام نے اسے ''مذکر'' ہی کہا تھا
قَالُواْ نَفۡقِدُ صُوَاعَ ٱلۡمَلِكِ وَلِمَن جَآءَ بِهِۦ انہوں نے کہا ''ہم نے صُوَاعَ ٱلۡمَلِكِ گم کر دیا ہے'' اور (یوسف علیہ السلام نے کہا) ''جو اسے (ڈھونڈ) لایا''۔ انہوں نے صواع کیلئے ضمیر واحد مذکر استعمال فرمائی تھی۔ اور قافلے والوں نے بھی صُوَاعَ ٱلۡمَلِكِ کو مذکر کہا تھا مَن وُجِدَ فِى رَحۡلِهِۦ ''جس کی بوری میں وہ پایا جائے'' (آیت۔۷۵)۔

وُجِدَ بھی واحد مذکر غائب ہے۔ البتہ اس میں کسی کو ابہام نہیں کہ ٱلسِّقَايَةَ اور صُوَاعَ ٱلْمَلِكِ کے بارے میں گفتگو کسی محل یا وزیر کے بنگلے میں نہیں بلکہ ایک ایسے مقام پر ہو رہی ہے جو غلے (گندم، مکئی) کا اتنا بڑا گودام ہے جہاں قافلے والوں کے اونٹوں پر غلہ لادا جاتا ہے۔ لیکن مقامِ حیرت ہے کہ پھر بھی کہا یہ جاتا ہے کہ یہ ''السقایة'' یا ''صواع الملک'' ہیرے جواہرات سے مرصع سونے کا تھا۔ اس ایک نرالے ''صواع'' کے علاوہ کیا کبھی کسی نے کہا اور مانا ہے کہ انسانی تاریخ کے کسی بھی دور میں غلے کے گوداموں میں ہیرے جواہرات والے سونے چاندی کے پیمانے استعمال کئے گئے تھے؟ کوئی ایسا کہے گا تو اہلِ علم تو ایک طرف عام لوگ بھی جھٹ سے جاہل اور پاگل قرار دے دیں گے یا پھر انہیں بیوقوف اور پاگل کہا جائے گا جنہوں نے ایسا کیا تھا۔ تعجب ہے کہ یوسف علیہ السلام کے زمانے کے اس ''صواع الملک'' کے بارے میں ہم ایسا کیوں نہیں سوچتے اور اس بارے میں سوال کیوں نہیں اٹھاتے۔ یہ سوال اٹھا دیا جائے تو یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے بارے میں چوری کے قصے پر مبنی من گھڑت کہانی اپنی موت آپ مر جائے گی۔ سچ بتا دیا جائے تو پھر کون مانے گا کہ غلہ ماپنے کے اس عام سے برتن یا پیمانہ کو کوئی چوری کر سکتا تھا جسے ہمارے دیہاتوں میں شاید ''ٹوپہ'' کہتے ہیں۔

دلچسپ حقیقت یہ ہے کہ قرآنِ مجید نے ہیرے جواہرات سے مرصع سونے کے پیالے کی من گھڑت کہانی اور روایت کو اس کے وجود میں آنے سے قبل ہی جھوٹ قرار دیا ہوا ہے۔ یوسف علیہ السلام نے بھائی کے سامان میں جو چیز رکھی تھی وہ نکال بھی لی تھی اور اس کی قدر و قیمت یہ بتائی قَالَ مَعَاذَ ٱللَّهِ أَن نَّأْخُذَ إِلَّا مَن وَجَدْنَا مَتَـٰعَنَا عِندَهُۥٓ إِنَّآ إِذًا لَّظَـٰلِمُونَ ﴿٧٩﴾
یہ سورۃ یوسف ہی کی آیت ۷۹ ہے جس میں یوسف علیہ السلام اس چیز کو ہیرے جواہرات سے مرصع سونے چاندی کی چیز نہیں کہہ رہے بلکہ اسے ''متاع'' کہہ رہے ہیں۔ آئمہ لغت کے مطابق ''متاع'' کے معنی ضرورت کا ساز و سامان، ضروریاتِ سفر مثل ڈول، رسی، مشکیزہ، قلیل توشہ ہیں (تاج) وہ سامان جو ضروریاتِ سفر کیلئے کافی ہو (محیط)۔ کتابِ لاریب میں یوسف علیہ السلام کے اس قول کو پڑھنے کے بعد بھی کیا اس ٱلسِّقَايَةَ یا صُوَاعَ ٱلْمَلِكِ کو قیمتی شئے اور ہیرے جواہرات سے مرصع سونے کا پیالہ یا پیمانہ کہنے اور ماننے کا کوئی عقلی جواز ہے؟ غور و فکر کیلئے یہ ایک کھلا سوال ہے۔ سوالوں پر غور کرنے سے ہی کثرت سے دہرائی جانے والی تخیلاتی باتوں کے سحر سے چھٹکارا پایا جا سکتا ہے اور اس میں کسی کی بے ادبی کا بھی قطعی کوئی امکان نہیں۔